مولانا عبدالستار جھنگوی
استاذ مدرسہ معمورہ ۔ ملتان

امیر المؤمنین، خلیفہ راشد چہارم

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

انسانی تاریخ میں بعض ایسی شخصیتیں بھی جلوہ گر ہوتی ہیں کہ جن کی عظمت، ذہانت اور جرأت کے آفتاب نے یوں عالم آرائی کی ہے اور یوں تعصب وعناد کی تاریکیوں کو ختم کیا ہے کہ جس سے ہر ذی شعور نے کسب ضیا کیا ہے، ایسی شخصیتیں تعداد میں بہت کم ہیں لیکن انہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذات بھی انہی میں سے ایک شخصیت تھی ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ سے لیکر آج تک یعنی اس طویل مدت میں پوری انسانیت سے خراج تحسین وصول کیا ہے۔ شیر خدا نے دیانت، بصیرت، علم، زہد، جرأت، شجاعت بہادری کے ایسے ابواب قائم کئے ہیں جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

تعارف: نام: علی رضی اللہ عنہ ۔ لقب: اسد اللہ اور مرتضیٰ ۔ کنیت: ابوالحسن اور ابوتراب۔ آپ کا نسب نامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہے آپ کے والد کا نام عبد مناف اور کنیت ابوطالب تھی۔ کنیت نام پر غالب تھی ماں فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں، ماں باپ دونوں کی طرف سے آپ ہاشمی ہیں۔ آپ کے والد مسلمان نہیں ہوئے، مگر آپ کی والدہ مشرف بہ اسلام ہوئیں، اور ہجرت کی آج بھی جنت البقیع میں آرام فرما رہی ہیں۔

حلیہ مبارک: میانہ قد، سینہ چوڑا مثال کہکشاں جیسے ابراہیمؑ۔ بلند مرتبت عالی شان آنکھیں بڑی بڑی داڑھی لمبی اور گھنی۔ حسن اس پہ نازاں، چاند اس پر قربان۔

قبول اسلام: آپ رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں اسلام لائے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پرورش فرمائی ابوطالب کے ہاں فاقہ ہونے کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پالا پوسا، نبی علیہ السلام کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بتوں کی پوجا نہیں کی۔ آپ بے مثال

خطیب، شاعر، اور علم وفضل کے تاجدار تھے۔ اسلامی عدالت کے چیف جسٹس تھے، صحابہ کرام رضؓ میں اعلیٰ درجہ کے فصیح وبلیغ تھے اور شجاعت وبہادری آپؓ کا ورثہ تھی۔

مکّی زندگی: قبولِ اسلام کے بعد آپ کی زندگی کے تیرہ برس مکّہ میں بسر ہوئے۔ اس دوران آپؓ دعوتِ اسلام کے ہر مرحلے اور آزمائش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس وقت چونکہ سرزمین مکّہ میں مسلمانوں کے لئے (اعلانیہ خدا کا نام لینا) ناممکن تھا۔ اس لئے جب نبی کریم عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوتے تو آپؓ بھی اُن کے ہمراہ شریک ہو جاتے ایک دفعہ وادیٔ نخلہ میں مصروفِ عبادت تھے کہ ابوطالب کا اُدھر سے گزر ہوا۔ اپنے بھتیجے اور بیٹے کو عبادت کرتے دیکھا تو پوچھا تم کیا کر رہے ہو؟ نبی کریم نے کلمۂ حق کی دعوت دی تو کہنے لگے اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن فی الحال یہ موقع مناسب نہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہؔ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپؓ بھی ارشادِ نبویؐ کی تعمیل میں پیادہ عازمِ مدینہ ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مہاجرین و انصار میں مؤاخات کا معاملہ فرمایا تو آپؓ کو اپنا بھائی قرار دیا

فضائل ومناقب: آپ نے زبانِ نبوت سے کیسے کیسے انمول موتی چُنے (۱)۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا علیؓ سے فرمایا کہ تم میری طرف اِس مرتبہ پر ہو۔ جس مرتبہ پر ہارون موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھے مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ بخاری ومسلم (۲)۔ زِربن حُبیش رضؓ سے روایت ہے کہ سیّدنا علیؓ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا کہ نبی پاکؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مؤمن ہو گا اور مجھ سے وہی بُغض رکھے گا جو منافق ہوگا۔ (مسلم)

(۳)۔ حضرت ام عطیہ رضؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کہیں بھیجا جس میں سیّدنا علی رضؓ بھی تھے تو میں نے رسول اللہ کو ہاتھ اُٹھائے ہوئے یہ دُعا مانگتے ہوئے سنا یا اللہ! مجھے موت نہ دینا جب تک کہ علی رضؓ کو نہ دیکھ لوں۔ (ترمذی) (۴)۔ غزوۂ بدر میں بہت کارہائے نمایاں کئے اور بہت سے کفّار آپ کی تلوار سے داخلِ جہنم ہوئے (۵)۔ اسی طرح غزوۂ احد وغزوۂ خیبر میں بھی بڑی خدمات انجام دیں۔ (۶)۔ ۹ھ میں رسول اللہؐ نے سیّدنا صدیقِ اکبرؓ کو امیرِ

حج بنا کر روانہ کیا اُس کے بعد سورۂ براءت نازل ہوئی تو اسکی تبلیغ پر آپ علیہ السلام نے سیدنا علیؓ کو بھیجا گیا۔ خلفاء ثلٰثہ کے عہد میں آپ چیف جسٹس تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال نبی کریم ﷺ نے آپؓ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا۔

علیؓ کی طرزِ زندگی منافقت کی موت ہے: جونہی خلافت پر متمکن ہوئے تو حالات نے عجیب و غریب شکل اختیار کر لی ایسے واقعات کبھی پہلے رونما نہ ہوئے تھے۔ جنگِ جمل میں سیدنا علیؓ، سیدنا طلحہؓ و زبیرؓ لڑنے کے لئے بصرہ میں نہ آئے تھے بلکہ سب نے اپنے آنے کا مقصد اصلاحِ احوال بتایا جیسا کہ ام المومنینؓ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت فرمائی لیکن حالات یکایک بدلے اور اُن شر پسند باغیوں کی وجہ سے "مجلسِ اصلاح" جنگ میں بدل گئی اب ذرا سیدنا علیؓ کا حسنِ انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ آپؓ نے قصاصِ عثمانؓ کے لئے لڑنے والوں سیدنا معاویہ اور ان کے اعوان و انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ کافر کہا اور نہ باغی نہ صورتاً نہ حقیقتاً" بلکہ خون کے اس دریا کو عبور کرنے کے بعد آپ نے ہر ایک کی سابقہ پوزیشن بحال رہنے کا اعلان فرما دیا اور اُن کے ایمان و یقین کی تصدیق بھی فرمائی۔ سیدنا علیؓ نے سیدہ عائشہؓ کے بارے میں فرمایا

جیسے شریف رضی (شیعہ) ۴۰۶ھ نقل کرتا ہے کہ آپؓ نے سانحہ جمل کے بعد اُم المومنینؓ کے بارے میں فرمایا۔ ولھا بعدُ حرمتُھا الاولیٰ۔ آپ کا رتبہ آج کے بعد بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔ فرمایا جمل کے واقعہ کے بعد بھی آپؓ کی عزت وہی ہے جو آج سے پہلے تھی۔ سیدنا طلحہؓ میدان جمل میں شہید ہوئے تو سیدنا علیؓ اُن کے قریب آئے اور آپؓ کے چہرے سے مٹی ہٹاتے رہے اور آپ کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہے اور فرمایا کاش میں آج سے بیس سال پہلے فوت ہو جاتا مجھے یہ صورت حال دیکھنی نہ پڑتی۔ سیدنا طلحہؓ کے قاتل نے آپ کے ہاں آنے کی اجازت طلب کی تو آپؓ نے فرمایا۔
بَشِّرْہُ بِالنَّار۔ اسے جہنمی ہونے کی بشارت دے دو۔ سیدنا حسنؓ نے سیدنا علیؓ سے کہا کیا میں نے آپ کو بصرہ جانے سے نہیں روکا تھا ---- ؟ تو آپ نے فرمایا،

سیدنا علیؓ کا بھیجنا صدیق اکبرؓ کی معزولی کے لئے نہ تھا بلکہ صرف اس سورۃ کے احکامات لوگوں تک پہنچانے تھے چونکہ یہ سورۃ صدیق اکبرؓ کی روانگی کے بعد نازل ہوئی تھی۔

بیٹے کاش! تیرا باپ بیس سال قبل وفات پا جاتا۔ اسی طرح جنگِ صفین کے بعد سیدنا علیؓ کا معروف خطبہ، نہج البلاغہ جلد سوم صفحہ ۱۲۵ پر یوں منقول ہے۔

وکان بدء امرنا انا التقینا والقوم من اھل الشام والظاھر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ لا نستزیدھم فی الایمان باللہ والتصدیق لرسولہ ولا یستزیدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان ونحن منہ براء۔

ترجمہ: ہمارے معاملہ کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہمارے اور اہلِ شام کے درمیان مقابلہ ہوا اور حقیقت یہ ہے ہمارا اور اہلِ شام کا خدا ایک ہے۔ اور نبی بھی ایک ہے۔ اور اسلام کی دعوۃ بھی ایک ہے۔ ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں نہ ہم اُن سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زائد ہیں ایمان و اسلام کا معاملہ ایک ہے۔ ہاں اُن کے اور ہمارے درمیان صرف سیدنا عثمانؓ کے خون میں اختلاف ہوا اور ہم سیدنا عثمانؓ کے خون سے بالکل بے تعلق ہیں۔ یہ آپ کی فراست تھی جس کی بناء پر آپ نے شر پسندوں کے ارادے خاک میں ملا دیئے۔

شہادت: ابن ملجم کے ہاتھوں ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے سیدنا حسنؓ و حسینؓ نے آپ کو غسل دیا۔ سیدنا حسنؓ مجتبیٰ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور رشد و ہدایت اور علم و عرفان کے اس آفتاب کو کوفہ کے عزای نامی قبرستان میں سپردِ لحد کر دیا۔ آپؓ کی عمر تریسٹھ سال تھی اور مدتِ خلافت چار سال نو ماہ۔

اقوالِ زرّیں: فرماتے تھے کہ بندے کو چاہیئے کہ اپنے رب کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھے اور اپنے گناہوں کے سوا کسی چیز کا خوف نہ کرے۔ ایک دفعہ فرمایا جب تقدیر کا معاملہ آ جاتا ہے تو تدبیر رائگاں ہو جاتی ہے آخری وصیت میں فرمایا اے لوگو! اللہ کی توحید پر قائم رہنا اور کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا توحید اور سنت دو ستون ہیں اور دو مشعلِ تاباں راہِ ہدایت کے ہیں۔